ٹی وی چینلز: اسلامی زندگی بمعہ چھ رنگین ناچوں کے

جون ۲۰۰۵ء کو اسلام آباد میں بین الاقوامی فقہاء کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ایک مقتدر شخصیت نے زنا کاری سے متعلق اسلامی سزاؤں کے طریقہ کار پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے علماء کرام کو اجتہاد کی دعوت دی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ اسلامی قانون سزا مجرموں کے بچ نکلنے میں معاونت کرتا ہے۔ اب جدید زمانہ آگیا ہے لہٰذا قدیم طریقہ شہادت کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن کے متعین طریقہ سزا و جزاء کو عہد جدید کی ایجادات کی روشنی میں بدل دیا جائے کیونکہ قرآن کے احکام ناقص ہیں ان احکام سے معاشرے میں زنا کو فروغ ملتا ہے۔ زنا کار قانون سے فائدہ اٹھا کر سزا سے بچ جاتے ہیں۔ [نعوذ باللہ] ان پر عمل ممکن نہیں یہ انصاف کی فراہمی کی راہ میں شدید رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں۔ اس گفتگو کا آسان اردو میں ترجمہ کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''علماء کرام زنا کاروں کے لیے اجتہاد کر کے قرآن کے ابدی اصولوں کو بدل ڈالیں اور یہ موقع جدید سائنس نے مہیا کر دیا ہے لہٰذا دیر کی ضرورت نہیں۔ جدید سائنس کے سامنے بے چارے اسلام کی کیا حیثیت ہے۔ [نعوذ باللہ]

اس اعتراض کی سطحیت، لغویت اور اس کی تہہ میں پوشیدہ فساد جو اجتہاد کی آڑ میں الحاد کا بہ بانگ دہل اعلان کر رہا ہے اہل علم پر واضح ہے۔ یہ اعتراض فی الحقیقت ایک بے بنیاد اعتراض ہے اور معترض کی سطح ''شاعر جنسی انقلاب'' جوش ملیح آبادی سے زیادہ نہیں۔ جنھوں نے ۱۹۷۰ء میں خودنوشت ''یادوں کی بارات'' میں اسی قسم کا اعتراض زنا کی سزا کے خلاف تحریر کیا تھا۔ لیکن علماء اس لیے خاموش رہے تھے کہ یہ ایک شاعر کا اعتراض تھا جو وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

لیکن اسلام آباد میں اعتراض شاعر نے نہیں مقتدر ہستی نے اٹھایا تھا۔ المیہ یہ تھا کہ اسلام آباد کے اس اجتماع میں موجود کسی عالم کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ اٹھ کر اس بے بنیاد طرز استدلال کا محاکمہ فرماتے اور معترض سے پوچھ لیتے کہ ہر طرف زنا کاری کے مواقع مہیا کر کے، لوگوں کو جبراً اور بہ رضا رغبت زنا پر آمادہ کرنے والی تہذیب، ثقافت، تعلیم، تربیت کو عام کرنے والے زنا کاری کی سزا پر اعتراض کر رہے ہیں۔ ایسے معترضین کا جواب وہی ہے جو حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کے شر پسندوں کو دیا تھا۔ جب انھوں نے ایک زنا کار عورت کا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کیا اور اس عورت کو سنگسار کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تم میں سے پہلا پتھر وہ مارے جس نے اس جرم کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ عہد حاضر کا المیہ یہ ہے کہ زانی، بدکار، بدطینیت، بدفطرت، اسلام دشمن مغرب کے غلام اسلام کی سزاؤں پر دھڑلے سے اعتراض کر رہے ہیں اور ہمارے نادان علماء کرام ان اعتراضات، شبہات، سوالات، تنقیدات، لغویات کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں اور ہر جگہ شکست کھا رہے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ علماء کرام مغربی فکر و فلسفے کے اصل خدوخال سے اس کی حکمتِ عملی سے ناواقف ہیں۔

رسولؐ کی عجیب دعا ہے **اللھم ارنا الحق حقاً و اتباع** ...... ترجمہ: [اے اللہ ہمیں حق کو نہ صرف دکھا بلکہ اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو اپنی اصل شکل میں نہ صرف دکھا بلکہ اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔]

رسالت مآب کی ایک دوسری دعا اس سے بھی زیادہ عجیب ہے: **اللھم ارنا الاشیاء کماھی** ترجمہ: [اے اللہ ہمیں تمام چیزیں اپنی اصل شکل میں دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔]

حدیث مبارک ہے حضورؐ نے فرمایا **وعلی العاقل ان یکون بصیراً بزمانه** دانا شخص پر لازم ہے کہ وہ

اپنے زمانے کو جاننے والا ہو۔

حضرت عمر کا ارشاد گرامی ہے وہ شخص دین کی کڑیاں بکھیر دے گا جو جاہلیت سے واقف نہ ہو۔

اسلام کا دفاع، تحفظ اور کفر کے خلاف اقدام اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک جاہلیت کی حقیقت، ماہیت، اصلیت اور حیثیت سے واقفیت نہ ہو۔ان ارشادات کی روشنی میں علمائے کرام پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ امت کی صراط مستقیم اور گمراہی ان کے طرز عمل سے وابستہ ہے۔

زنا کاروں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے اعلیٰ سطح پر جون ۲۰۰۵ء میں منصوبہ بندی کر لی گئی تھی اور اس کا اظہار ایک عالمی کانفرنس میں دعوت اجتہاد کے ذریعے واشگاف لفظوں میں کر دیا گیا تھا، لیکن ہمارے علماء کرام اس صورت حال کو معمول کا معاملہ سمجھتے رہے اس مقصد کے لیے نجی ٹی وی چینلوں کو وقفے وقفے سے دین پر حملوں کا ہدف دیا گیا۔علماء کرام اس حکمت عملی کو بھی سمجھنے سے قاصر رہے۔ساحل نے اکتوبر ۲۰۰۵ء میں علماء کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ نجی چینلوں سے آپ کے تعاون کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ان چینلوں کے مقاصد کیا ہیں؟ سلیم احمد مرحوم کے الفاظ میں یہ نجی چینلز اسلامی زندگی بمعہ چھ رنگین ناچوں والا اسلام پیش کر کے سرمایہ داری اور جدیدیت کی خدمت کر رہے ہیں اور ان چینلز سے ہم اسلام کے دفاع اور تحفظ کی امید رکھتے ہیں کیوں کہ ہم مغربی فلسفے، سرمایہ داری اور سرمایہ داری کے خادم ٹی وی کی مابعدالطبیعیات سے واقف نہیں۔دینی پروگرام کے ذریعے یہ چینلز تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے بجائے شکوک وشبہات، ابہام اور اعتراضات کی دھند پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اسلامی روایات، ماخذات دین کا تمسخر اڑانے کے سوا ان کا دوسرا مقصد نہیں ہے۔جن محفلوں میں اللہ کے دین کا، اسلام کی روایات کا، احادیث کا، ماخذات دین، دینی مسلمات کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں یا تو کلمہ حق کہنے کی جرأت پیدا کیجیے اور اگر جرأت ہے لیکن موقع نہیں ہے یا جرأت کا اظہار ناممکن بنا دیا گیا ہے تو ایسی جگہوں سے اٹھ جانا دینی غیرت کا تقاضہ ہے۔نجی چینل مواصلاتی قحبہ خانوں اور عصمت فروشی کے اڈوں کے سوا کچھ نہیں۔جہاں عورت، عصمت، حیاء، عفت، شریعت، تہذیب چند اشتہاروں کی خاطر فروخت کی جا رہی ہے۔اس آلہ شر سے خیر برآمد کرنا ممکن نہیں۔کیا علماء کرام نے تاریخ کے کسی دور میں کبھی قحبہ خانے میں عفت وعصمت پر وعظ کی دعوت کبھی قبول کی ہے۔اگر نہیں تو اب یہ دعوتیں کیوں قبول کی جا رہی ہیں؟ [ساحل، ص ۱۱،۱۲] اس اداریئے کا خاطر خواہ ردعمل ہوا اور یہ سوال بھی اٹھایا گیا کہ بعض اہم مباحث کے سلسلے میں اگر علماء کی نمائندگی نہ ہو تو لادینی طبقات اپنا موقف بلا کسی مزاحمت کے بیان کریں گے۔خصوصاً جاوید غامدی کو اپنے الحاد کے اظہار کی کھلی آزادی مل جائے گی۔یہ موقف عملی طور پر درست تھا۔لہٰذا اس کی وضاحت کرتے ہوئے فروری ۲۰۰۶ء کے ساحل میں یہ تحریر کیا گیا کہ علماء کا مذاکرہ مباحثہ علماء سے ہو تو کوئی حرج نہیں، ان مفکرین سے ہو جن کی علمیات، مابعدالطبیعیات، کونیات، اصول الدین، ماخذات علوم، منہاج علم یکساں ہوں تو کوئی ہرج نہیں، لیکن جاوید اقبال، جاوید غامدی، سیکولر دانشوروں اور ادھر ادھر سے اکٹھے کیے گئے شوبزنس کے چلتے پھرتے دانشوروں سے مکالمے کے نتیجے میں دین کا مضحکہ اڑے گا۔مکالمہ اپنے منہاج اور اپنی سطح کے فرد سے ہوتا ہے۔اداکار، اداکاراؤں، مسخروں اور اسلام کے دشمنوں سے نہیں ہوتا۔ان کو دعوت دی جا سکتی ہے، سمجھایا جا سکتا ہے یا نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔ساحل نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر مکالمہ مجبوراً ضروری ہو تو اس طرح کیا جائے جس طرح فوکالٹ نے نوم چومسکی سے کیا تھا۔نوم چومسکی نے فوکالٹ سے انٹرویو لیتے ہوئے جب یہ سوال پوچھا کہ What is human nature فوکوکالٹ نے جواب دیا کہ نوم چومسکی تمہیں یہی نہیں معلوم کہ تم کس سے گفتگو کر رہے ہو، تمہیں سوال پوچھنے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔تمہارا سوال ہی غلط ہے تم سوال کو از سر نو تشکیل دو، ت تمہیں میرا منہاج علم معلوم نہیں، تم مجھ سے یہ سوال نہیں پوچھ سکتے تم مجھ سے صرف یہ پوچھ سکتے ہو کہ How human nature is construt in westren civilization۔

فوکالٹ نے نوم چومسکی جیسے عالمی شہرت یافتہ پروفیسر و دانشور کو گفتگو کا سلیقہ سکھا دیا۔اسے بتا دیا کہ جس

موضوع پر گفتگو کرو اس موضوع کے منہاج، مابعد الطبیعیات، پس منظر سے واقفیت حاصل کرو اور اس تناظر میں سوال اٹھاؤ محض سوال برائے سوال وقت کا زیاں ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے لفظی بازی گری اور جادوگری کے سوا کچھ نہیں۔

ساحل نے یہ بھی لکھا تھا کہ علماء مکالمے، مباحثے تبادلہ خیال آزادی اظہار رائے کے نام پر مغرب کے بتائے ہوئے طلسمی پنجرے اور پھیلائے ہوئے جال میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح کے مکالمے میں اگر شرکت کرنا ضروری بھی ہو تو گفتگو کا ڈھنگ وہی ہونا چاہیے جو فو کالٹ نے اختیار کیا۔ [ساحل ۸،۹] افسوس کہ علماء کرام نے ان خطرات کی نشان دہی کے باوجود خطرات کا ادراک نہیں فرمایا اور پھر ''المورد''، ''دانش سراء''، ''اشراق'' کے مغرب پسند دانشوروں کے علمی جال اور جیو کے طلسمی پنجرے میں علماء کرام داخل ہو گئے، بغیر یہ سوچے سمجھے ہوئے کہ اس مہم جوئی کے مقاصد کیا ہیں؟ کیا مقصد زنا کاروں کو سزا دینا ہے یا زنا کو عام کرنے کے راستے ڈھونڈنا اسلامی سزاؤں کا مضحکہ اڑانا اور دینی اقدار کو تمسخر کا نشانہ بنانا ہے۔ بے چارے علماء کرام یہ بات بھی نہ سمجھ سکے۔ جنگ، اخبار جہاں، میگ، عوام، ڈیلی نیوز، نیوز اور جیو کے ذریعے جنگ گروپ گزشتہ پچاس برس سے کس قسم کی ثقافت عام کر رہا ہے اس ثقافت کے نتیجے میں زنا کاری عام ہوتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے؟

مصالحت، مداہنت کے پچاس برسوں نے دین کے لیے بے شمار خطرات پیدا کر دیئے ہیں اور اب نجی ٹی وی چینلز اور خصوصاً جیو اسلامی معاشرے کو تہس نہس کرنے کے لیے شب و روز غیر اسلامی نشریات میں مصروف عمل ہے۔ ٹی وی چینلز اور سرمایہ داری میں میں براہ راست تعلق کو سمجھے بغیر ہم ٹی وی چینلز کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔ سرمایہ داری خراج معیشت و معاشرت کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اس معیشت و معاشرت کے قیام کا ذریعہ اخبارات و ٹی وی ہیں جن کے ذریعے خاندانی نظام کو تہس نہس کیا جاتا ہے اور جب خاندان کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے، رشتوں کا احترام نہ رہے، جنسی آوارگی، لذت، حرام زدگی اور حرم زدگی [ایک پیدائشی صفت ہے دوسری زور بازو سے پیدا کی جاتی ہے اور سرمایہ داری دونوں صفتوں اور نسلوں کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے] عام ہو جائے تو صارفین کی کثیر تعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ کراچی میں دو کروڑ دس لاکھ موبائل فون خریدے گئے ہیں اور ملک میں سب سے زیادہ ڈکیتی، زنا کاری، آوارگی، فحاشی، جرائم میں اضافہ کراچی سے مخصوص ہے۔ کراچی کا خاندانی نظام شکست و ریخت کا شکار ہے، بڑے بڑے خاندان ٹوٹ رہے ہیں، چھوٹے خاندان وقوع پذیر ہو رہے ہیں اور صارفین کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔

جنگ اور جیو کی تاریخ سے واقف لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس ادارے نے قیام پاکستان سے آج تک کس قسم کی صحافت، سیاست، ثقافت کے فروغ میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ ساحل کا زیر نظر شمارہ اس سیاہ تاریخ پر مشتمل ہے جسے سب جانتے ہیں، لیکن کسی کی ہمت نہیں ہے کہ اس حق کو بیان کر دے مفادات، مصالحت، مداہنت، غیرت دینی پر غالب آ گئی ہے، اداریوں میں اس ادارے کا نام بھی نہیں لیا جا رہا، اشاروں کنایوں میں گفتگو ہو رہی ہے۔

مئی ۲۰۰۶ء میں حدود آرڈیننس کے نام پر حدود اللہ کے خلاف جیو کی تاریخی مہم جوئی بلاوجہ، بلاسبب اور بلاہدف نہیں تھی۔ دانش سرا اور جیو کے اس مشترکہ منصوبے کا اصل مقصد صرف علماء کرام کا تمسخر، دینی اقدار کی تضحیک، اور حدود اللہ کو نا قابل عمل، غلط اور بے بنیاد ثابت کرتا تھا۔ اس مہم کی خشت اول جون ۲۰۰۵ء میں اسلام آباد میں رکھی گئی تھی، لیکن ہم غافل سو رہے تھے۔ قرآن و سنت کے خلاف کروڑوں روپے خرچ کر کے یہ مہم کیوں چلائی گئی؟ روزنامہ جنگ، دی نیوز، اخبار جہاں اور میگ میں قد آدم اشتہارات کے علاوہ اول و آخر صفحے کے نچلے کالم میں روزانہ دس بیانات، جیو چینل پر روزانہ پانچ سے زائد بار حدود پروگرام۔ ذرا سوچئے کہ نام سے مستقل سلسلہ بحث ....صرف یہی نہیں بلکہ میر ابراہیم بن میر شکیل الرحمان بن میر خلیل الرحمان جب ایک تقریب میں صدر مملکت سے انعام وصول کرنے پہنچے تو ان کی قمیض کے اوپر درج تھا ''ذرا سوچیے'' اس نام کے بڑے بڑے بورڈ چوراہوں پر نصب کیے گئے حدود آرڈیننس کے لیے مستقل ویب سائٹ بنائی

گئی۔اس کے علاوہ جواب دہ، آمنے سامنے، الف، کیپٹل ٹاک وغیرہ میں بھی حدود قوانین کو زیر بحث لایا گیا اور ہمارے علماء کرام اس طوفان کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس طوفان سے مکالمات فرماتے رہے کسی ایک عالم نے جنگ، دی نیوز اور جیوٴ سے یہ سوال نہیں کیا کہ آپ کا گروپ اس کے اخبارات اس کا ٹی وی، فحاشی عریانی زنا کاری، عام کرنے کا اس ملک میں پہلا اور سب سے بڑا سر چشمہ ہے۔ آپ کا گروپ جس قسم کی تہذیب و ثقافت و روایات عام کر رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں زنا کاروں کی کثرت ہوگی۔ لیکن ان زنا کاروں کو پیدا کرنے کے بعد ان کو سزائیں دینے کے سلسلے میں آپ ہم سے اجتہادات بھی طلب فرما رہے ہیں، اس تضاد کا سبب کیا ہے؟ کسی عالم نے یہ نہیں پوچھا کہ قرآن کا حکم ہے کہ فحاشی پھیلانے والوں کو ''قتلوا تقیلاً'' ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر دو، اسلامی معاشرہ میں فحاشی، عریانی پھیلانا فساد فی الارض ہے۔ فساد پھیلانے والوں کے ہاتھ پاؤں الٹے سمتوں سے کاٹ دینے کا حکم ہے۔ اس نظام کو قتل کرنے کا حکم ہے جو زنا کاری عام کرتا ہے اور فحاشی وعریانی کی سر پرستی کرتا ہے۔ زنا کاروں کو سزا ملے یا نہ ملے یہ تو بعد کا مسئلہ ہے۔ سب سے پہلے تو زنا کاری پھیلانے والوں کی سزا کا مسئلہ ہے۔ سب سے پہلے اس نظام، ان اداروں اور اخبارات کے مالکان کو اسلامی سزا دی جائے جس کے لیے نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ شہادت کی، نہ مجرم کے بچنے کا امکان ہے نہ بھاگنے کا، نہ اس میں شریعت رکاوٹ ہے نہ قانون، شہادت نہ اس کے لیے حد قذف کا خطرہ ہے نہ پولیس کی بداعمالیوں کا ڈر نہ نظام حکومت کی کمزوری یہ ایک ثابت شدہ سچ ہے تو آیئے پہلے نجی چینلوں کے مالکان کو سزا دی جائے۔ شریعت کا یہ حکم علماء کو یاد نہ آیا۔ افسوس کہ کسی ایک عالم دین نے جیو اور جنگ سے یہ سوال نہیں کیا کیونکہ ان اداروں کی ہیبت ان پر طاری ہے۔ کوئی ان سے ٹکر لے کر اس بڑے ذریعہ صحافت کو اپنے لیے بند کرنا نہیں چاہتا۔ کیوں کہ یہ ذریعہ صحافت بہت موثر ہے۔ علماء کرام کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ یہ وہی گروپ ہے جس نے ایوب خان کے دور میں غلاف کعبہ کے جلوس کو اپنی اشاعت میں اضافہ کا ذریعہ بنایا۔ اس ادارے کی تاریخ پڑھ لی جائے تو علماء کرام کے سامنے بہت سے حقائق روشن ہو جائیں گے۔ حدود آرڈیننس پر مہم جوئی کے فوراً بعد شریعت عدالت میں اسلم خاکی نے درخواست دائر کر دی اور عدالت نے جیو کی فلم طلب کر لی۔ علماء اس امر پر متحد ہو گئے کہ عورتوں کو جیلوں میں بند نہ رکھا جائے، وہ مردوں کو بھول گئے کہ مردوں کو جیلوں میں کیوں رکھا جائے، اسلام میں اس کا کیا جواز ہے؟ جدیدیت پسند مفکر جاوید غامدی صاحب کو تمام خرابیاں اسلام میں، فقہ اسلامی میں، مسلمہ مکاتب فکر میں نظر آتی ہیں۔ انھیں موجودہ نظام حکومت، نظام معاشرت، نظام صحافت و ابلاغیات میں خیر ہی خیر نظر آتا ہے۔ تمام جدیدیت پسند ہمیشہ استعماریت کے کاسہ لیس اور آلہ کار ہوتے ہیں، خواہ عبدہٗ، خواہ سر سید یا پرویز صاحب یا غامدی صاحب ان سب کو خامیوں، کمیوں اور خرابیوں کا مرکز دین اسلام اور اس کی تاریخ نظر آتی ہے۔ ساری دنیا ان جدیدیت پسندوں بلکہ متجددین کو صاف ستھری اور فرشتہ دکھائی دیتی ہے۔ جدیدیت پسند خوارج اور معتزلہ کی وہ بدکردار نسل ہیں جن کا اگر کلمہ بہ ظاہر حق ہو تب بھی ان کے مقاصد ہمیشہ باطل گمراہ اور اسفل رہیں گے۔ جیو نے علماء کو شکست دینے کے لیے جاوید غامدی کی ذہانت سے یہ سوال تیار کیا کہ ''حدود آرڈیننس کیا خدائی قانون ہے؟ ایک غلط بے تکے اور بے کار سوال پر علماء نے عجیب عجیب موقف اختیار کیے اول تو اس غلط سوال کو رد کر دیا جاتا، تمام علماء ایک ہی جواب دیتے جس طرح فوکالٹ نے نوم چومسکی سے کہا تھا کہ اپنا سوال درست کرو تمہارا سوال غلط ہے؟ اگر جواب دینا ضروری تھا تو سوال یہ کرتے کہ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ بتایا جائے کہ معاشرے میں زنا کو عام کرنے والی ریاست اور زنا کاری کو عام کرنے والا جیو زنا کاروں کو سزا دینے کے لیے اتنا مضطرب اور بے چین کیوں ہے؟ یہ سوال جیو کے دانت کھٹے کرنے کے لیے کافی تھا۔ لیکن ٹی وی پر نظر آنے، اخبار میں چھپنے، جنگ اور جیو سے مستقل تعلقات رکھنے کے مادی فلسفے نے علماء کرام کو نفسیاتی شکست دے دی۔ علماء سے سوال کیا گیا کہ حدود کے مقدمات میں گواہی عورت کا حق ہے لیکن اس حق سے عورت کو اسلامی قانون محروم کرتا ہے، جواب دینے والے نے یہ نہیں کہا کہ گواہی حق نہیں ہے یہ ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ ذمہ داری کون اٹھا سکتا ہے۔ کون نہیں اٹھا سکتا۔ تم

عورت کی بات کر رہے ہو یہاں تو زنا کے واقعے میں تین مردوں کی گواہی بھی قبول نہیں کی جاتی۔ گواہ کی شرائط اتنی کڑی ہیں کہ بازار میں کھڑے ہو کر کھانے پینے والوں کی گواہی غیر ثقہ سمجھ کر رد کر دی جاتی ہے۔ اس میں مرد عورت کا کیا سوال کسی فاسق، فاجر، بدکار مرد کی گواہی بھی قبول نہیں ہوتی۔ یہ سوال اس قسم کے سوالوں میں سے ہے جس کے ذریعے جدیدیت پسند مساوات کے فلسفے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جیسے یہ اعتراض کہ عورت کو جائیداد میں آدھا حصہ کیوں ملتا ہے؟ لیکن کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر یہ عورت کا مسئلہ ہے تو ماں باپ کو جائیداد میں مساوی حصہ کیوں ملتا ہے۔ کیا ماں مرد ہے؟ تم شارع پر اعتراض نہیں کر سکتے۔ اپنی زبان سنبھال کر گفتگو کرو، لیکن آزادی اظہار رائے کی دلہن جب سے گھونگھٹ نکال کر سامنے آئی ہے ہر کہہ ومہہ اس پر فریفتہ ہو گیا ہے اور اس کے دیدار اور درشن عین اسلامی قرار پائے ہیں۔

جیو اور دانش سرا کے دانشوروں کے احمقانہ سوالات سے جب تک ذہانت حاضر جوابی اور خدا خوفی کے ساتھ الجھنے کی کوشش نہ کی جائے گی علماء کو شکست پر شکست ہو گی کل یہ سوال بھی ہوگا کہ مرد کو طلاق کی اجازت ہے عورت کو کیوں نہیں؟ مرد چار شادی کر سکتا ہے عورت چار کیوں نہیں کر سکتی۔ مرد معاشی ذمہ داری اٹھاتا ہے اس لیے قوام ہے لیکن اگر یہ ذمہ داری عورت اٹھالے تو اس گھر میں قوام عورت ہو گی مرد نہیں رہے گا عورت حکمران و قاضی کیوں نہیں بن سکتی دونوں برابر ہیں.........تمام انسان برابر ہیں تو رسول کے لیے خاص طور پر توہین رسالت کا قانون کیوں؟ رسول تنقید سے کیوں مستثنیٰ ہے وہ ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دے سکتے اور نہ کوئی شادی کر سکتے خواہ کسی عورت کا حسن ان کو کتنا ہی پسند ہو یہ تو رسول اللہ کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے؟ اسلام عورتوں کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر جگہ اپنے لیے ھُو استعمال کیا ہے کہیں ھئی استعمال نہیں کیا لہذا یہ دین تو اصلاً مردوں کے لیے ہے کیونکہ اللہ بھی اپنے آپ کو مردوں کے صیغے سے پکارتا ہے۔ احرام سفید کیوں ہوتا ہے کالا کیوں نہیں ہوتا؟ حج ذی الحج میں کیوں ہوتا ہے ذی قعد میں کیوں نہیں ہو سکتا؟ فجر کی نماز اتنی صبح کیوں تاخیر سے کیوں نہیں تاکہ سب پڑھ لیں؟ پانی کی قلت ہے غسل اور وضو کے ذریعے دنیا بھر میں اربوں ایکڑ پانی صائع ہوتا ہے لہذا وضو کو تیمّم سے بدل دیا جائے۔ سورۂ نور میں درج ہے کہ سمجھدار بچے اوقات خلوت میں کمرے میں دستک دے کر جائیں اس سے ثابت ہوا کہ ہر گھر کم از کم دو کمروں پر مشتمل ہونا چاہیے۔ قرآنی حکم ہے اس کے بغیر قرآن کے احکام پر عمل ممکن نہیں لہذا ایسے احکامات معطل کر دیے جائیں گھر دامادی کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے حضرت موسیٰ کا قصہ لہذا گھر داماد بننا سنت انبیاء ہے مسلمان عورت کا نکاح مشرک سے ہو سکتا ہے قرآن نے سورہ نور میں اجازت دی ہے۔ بس مسلم عورت اس کے لیے زنا کرے وہ مشرک ہو جائے گی۔ آزادی اظہار رائے کا طوفان یہ تمام سوالات اٹھانے والا ہے آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ اگر آپ عقیدہ کی جگہ عقل کی بنیاد پر جواب دیں گے تو آپ کی عقل شکست کھا جائے گی۔ اگر اسلام عقلی مذہب ہے تو عقل ان سوالات کا کیا جواب دے سکتی ہے؟ اسلام عقلی نہیں الٰہی دین ہے جو وحی سے ملا ہے عقل سے نہیں۔

ان سوالات کا جواب بہت آسان ہے لیکن ہم نے جواب دینے کی تیاری نہیں کی کفر کی حقیقت کو نہیں سمجھا لہذا ہم معذرت خواہی پر اتر آتے ہیں معذرت خواہی کا عالم یہ ہے کہ ایک عالم مولانا عبدالقادر آزاد سے سوال پوچھا گیا کہ لونڈی اور غلام کا کیا معاملہ ہے تو فرمایا یہ بے کار سوال ہے آج دنیا میں کہاں لونڈی غلام مجھے اس دلدل میں مت گھسیٹو اس معذرت خواہ عالم کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ جرأت سے کہہ سکے اللہ کے بندے اگر اللہ کو ماننے سے انکار کر دیں اس کے رسول کے پیغام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور صرف انکار ہی نہ کریں بلکہ استکبار سے توحید و رسالت کا اعلان کرنے والوں کو تہس نہس کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو اللہ کے باغیوں کے لیے یہی حکم ہے کہ یا تو وہ اللہ کے غلام بن جائیں یا اللہ کے غلاموں کے غلام اور لونڈیاں بننے کے لیے تیار ہو جائیں۔ جو لوگ اپنے رب کو خالق کو مالک کو ماننے پہچاننے اور اس کے آگے جھکنے کے لیے تیار نہیں ہیں انہیں ذلیل ہو کر رہنا پڑے گا جنھیں اللہ کی عبدیت کی ذلت گوارا نہیں انھیں اللہ کے بندوں کا غلام بننے کی ذلت برداشت کرنا پڑے گی۔

آزادی اظہار رائے اور عقل کو میزان بنانے والے علماء یقیناً نجی چینلز پر عبرت ناک شکست سے دوچار ہوں گے کیوں کہ انہیں مغربی فکر و فلسفے کی مابعدالطبعیات کا اندازہ نہیں ہے جب تک علماء اعتماد سے گفتگو نہیں کریں گے ہزیمت ان کا مقدر بنی رہے گی اس بات کو سادے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ اگر کوئی سرجن کسی مریض کو عمل جراحت سے (آپریشن) گزارتا ہے تو اس کا علاج ایلوپیتھی ادویات کے مطابق کرتا ہے اگر مریض اور اس کے لواحقین آپریشن کے بعد یہ خواہش کریں کہ سرجن اب ہومیوپیتھی کی دوائیں استعمال کرائے تو ایسے مریض اور اس کے لواحقین کو کان پکڑ کر اسپتال سے باہر نکال دیا جائے گا کیونکہ ایلوپیتھی کے فارماکوپیا میں ہومیوپیتھی کی دوا کا استعمال حرام ہے خواہ یہ دوائیں کتنی ہی فائدہ مند، نفع آور اور زود اثر کیوں نہ ہو کیوں کہ ایلوپیتھی کا اپنا طریقہ علاج ہے جب آپ ایلوپیتھی طریقہ علاج سے علاج پر آمادہ ہوں گے تو آپ کو اس عقیدہ پر بھی ایمان لانا ہوگا اس ایمان کے بغیر آپ کا علاج ممکن نہیں ہے بالکل اسی طرح عقائد ایمانیات، الہیات، مابعدالطبعیات ہر تہذیب اور مذہب کا فارماکوپیا ہوتے ہیں اور ہر مذہب کا فارماکوپیا الگ ہوتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک تہذیب یا مذہب سے ایک روڑہ یا اینٹ لے کر دوسری تہذیب و مذہب کی عمارت میں پیوندکاری کی جا سکے۔

اسلام و مغرب کا فارماکوپیا الگ ہے لہٰذا اسلام میں مغرب کی اور مغرب میں اسلام کی پیوندکاری ممکن نہیں کیوں کہ دونوں کی مابعدالطبعیات وجودیات کونیات الہیات مختلف ہے اگر یہ پیوندکاری کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کا انجام اس مریض جیسا ہوگا جو لیاقت نیشنل اسپتال میں اوپن ہارٹ سرجری کے لیے داخل کیا گیا سرجن نے اس کا سینہ چاک کیا تو خون بہنے لگا خون رکنے کا نام نہ لیتا تھا آپریشن ملتوی کرنا پڑا تمام دوائیں ناکام ہوگئیں مریض کے لواحقین سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ مریض خون کو پتلا کرنے کے لیے ہومیوپیتھی کی دوا استعمال کرتے تھے جس کے باعث خون تو پتلا ہوگیا لیکن اتنا پتلا ہوا کہ اس کے جمنے کی قدرتی صلاحیت بھی سلب ہوگئی اس کے نتیجے میں مریض کی موت واقع ہوگئی علماء کرام اچھی طرح سمجھ لیں اسلام اور مغرب کی پیوندکاری کے نتیجے میں اسلام تہس نہس ہوجائے گا ماخذات دین اصولوں کا معاملہ ہے یہ بحث مباحثے کا نہیں الہیات ایمانیات اور اعتقادات کا مسئلہ ہے ان موضوعات پر کوئی بحث ہو نہیں سکتی فلسفے اور سائنس میں بھی یہی اصول کارفرما ہے کچھ اعتقادات متعین کر کے سائنس اور فلسفہ اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ مفروضات، عقائد، ایمانیات کے بغیر نہ سائنس کام کرسکتی ہے نہ فلسفہ لیکن ہمارے علماء کرام کو یہ بات کہتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ اس موضوع پر بات نہیں ہوسکتی تو یہ بڑی غیر عقلی بات ہوگی مغرب والے ہمیں کیا کہیں گے اس نقطہ نظر کے نتیجے میں شکست اور پسپائی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ جس کے مظاہر ہم روزانہ ٹی وی چینلوں پر دیکھتے ہیں کاش ہمیں اپنے آپ پر یقین و اعتماد کی دولت حاصل ہوجائے۔

جیو پر حدود آرڈیننس کے مناظرے میں شرکت کرنے والے علما نے لاہور میں بیان دیا کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا جیو نے مباحثے کے نتائج کے لیے ایک جیوری مقرر کی تھی جیوری نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا تھا لیکن یہ فیصلہ نشر نہیں کیا گیا علماء کرام کا یہ طرز استدلال بھی ان کی معذرت خواہی کا لازمی عنصر ہے اسلامی اعتقادات الہیات کے مسئلے پر نہ کسی سے بحث ہوسکتی ہے نہ گفتگو کجا کہ آپ دو لوگوں کی جیوری مقرر کر دیں جو نصوص کا فیصلہ کرے کہ علماء کا موقف درست ہے یا جاوید غامدی کا۔ حق بہرحال حق ہے اسے کسی دلیل خارجی سہارے اور جیوری کی ضرورت نہیں جیوری تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق جیوری کے فیصلے پر منحصر ہے دین کسی جیوری کا محتاج نہیں وہ اول و آخر دین ہے کوئی اسے مانے نہ مانے زمین پر اگر ایک متنفس اور ایک عالم بھی دین کو نہ مانے تو اس سے اللہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ اپنے بندوں کو کسی اور نسل سے اٹھا کر کھڑا کر دے گا ہم سب اللہ کے محتاج ہیں لیکن اللہ کا دین ہمارا محتاج نہیں۔

ساحل جولائی ۲۰۰۶ء